قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ

کہئے: پس حجت پوری اللہ کی رہی۔

رَحْمَةُ اللّٰهِ الْوَاسِعَة

شرح

حُجَّةُ اللّٰهِ الْبَالِغَة

جلد پنجم

تصنیف

امامِ اکبر، مجددِ ملّت، حکیم الاسلام

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی قدس سرہٗ

شارح

سعید احمد پالن پوری

استاذ دار العلوم دیوبند

ناشر

مکتبہ حجاز دیوبند ضلع سہارنپور (یوپی)

تفصیلات

نام کتاب : رحمۃ اللہ الواسعہ شرح حجۃ اللہ البالغہ جلد پنجم

نام ماتن : امام اکبر، حجۃ اللہ فی العالمین، مُسند الہند حکیم الاسلام حضرت مولانا شاہ ولی اللہ قطب الدین احمد محدث دہلوی قدس سرہ

(ولادت ۱۱۱۴ھ وفات ۱۱۷۶ھ)

نام شارح : سعید احمد پالن پوری استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

سائز : $\frac{۲۰\times۳۰}{۸}$

صفحات : ۶۸۰

سنہ طباعت : باراول ذی الحجہ ۱۴۲۴ ہجری مطابق فروری ۲۰۰۴ عیسوی

کمپیوٹر کتابت : روشن کمپیوٹرز، محلّہ اندرون کوٹلہ دیوبند فون نمبر

کاتب : مولوی حسن احمد پالن پوری فاضل دارالعلوم دیوبند

09997658227

پریس : ایچ۔ایس۔آفسیٹ پرنٹرس۔چاندنی محل، دریا گنج دہلی۲

ناشر

مکتبہ حجاز دیوبند ضلع سہارنپور (یوپی)

ہوجائے، ورنہ تنگی پیش آئے گی، اور اس کی مقدار سات ہاتھ ہے۔
میں کہتا ہوں: نبی ﷺ نے کاشتکار کو اس مزدور کے بمنزلہ گردانا جو زمین والے کے لئے مفید کام کرتا ہے۔ باقی اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں۔

باب ـــــ ٦

جہاد کا بیان

مشروعیتِ جہاد کی مصلحتیں

تمام سماوی شریعتوں میں جہاد کا حکم رہا ہے۔ کیونکہ اتم واکمل شریعت وہی ہے جس میں جہاد کا حکم ہو۔ اور اللہ کی تمام شریعتیں کامل ومکمل تھیں۔ اس لئے جہاد کا حکم تمام سماوی شریعتوں کا مشترک حکم ہے۔ اور جہاد کا حکم تین مصلحتوں سے ہے:

پہلی مصلحت ـــــ جہاد ایمان کا ذریعہ ہے ـــــ اللہ تعالیٰ بندوں کو جو احکامات دیتے ہیں۔ اور ان کی تعمیل کا مکلّف بناتے ہیں تو اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی آقا کے غلام بیمار پڑیں، اور وہ اپنے کسی مخصوص آدمی کو حکم دے کہ ان کو دواء پلاؤ۔ پس اگر وہ ان کو دوا پینے پر مجبور کرے، اور زبردستی دواء ان کے منہ میں ڈالے تو وہ حق بجانب ہوگا۔ مگر رحمتِ خداوندی نے چاہا کہ دواء کے فوائد بیان کئے جائیں، تاکہ بیمار رغبت سے پئیں، اور دواء کے ساتھ شہد بھی ملایا جائے، تاکہ دواء کی عقلی محبت اور شہد کی فطری رغبت ایک دوسرے کے لئے بازو بن جائیں۔

اور لوگوں کی صورت حال یہ ہے کہ بہت سے لوگوں پر گھٹیا خواہشات، درندگی والی صفات اور حب ریاست کے شیطانی خیالات غالب آجاتے ہیں۔ اور ان کے دلوں کے ساتھ ان کے اسلاف کی ریت رواج چمٹ جاتے ہیں۔ اس لئے ایمان لانے کے فوائد ان کی سمجھ میں نہیں آتے۔ اور نبی ﷺ ان کو جو حکم دیتے ہیں: وہ اس کی تابعداری نہیں کرتے، نہ وہ اسلام کی خوبیوں میں غور کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے ساتھ مہربانی یہ نہیں ہے کہ ان پر حجت قائم کرکے ان کو چھوڑ دیا جائے۔ ان کے ساتھ مہربانی یہ ہے کہ ان کی مرضی کے خلاف ان کو ایمان لانے پر مجبور کیا جائے۔ دواء کا کڑوا گھونٹ زبردستی ان کو پلایا جائے۔ یہی ان کے حق میں مفید ہے۔ اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ جو ان میں سخت گیر اور طاقتور ہیں ان کو تہِ تیغ کردیا جائے، یا ان کا شیرازہ منتشر کردیا جائے اور ان کے اموال چھین لئے جائیں، تاکہ ان کی طاقت ٹوٹ جائے اور وہ بےبس ہوجائیں۔ اور جب ان کی روک ہٹ جائے گی تو ان کے اتباع واذناب اور ان کی آل اولاد ایمان کی طرف مائل ہوگی، اور اطاعت قبول کرے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے قیصر روم کو جو والا نامہ تحریر فرمایا تھا اس میں یہ بات ہے کہ

''اگر تو نے ایمان قبول نہ کیا تو کاشتکاروں یعنی رعیت کا گناہ تیرے سر ہوگا!'' (بخاری حدیث ۷) کیونکہ وہی ان کے ایمان کی راہ میں روڑا ہوگا۔ اور ایک دوسری حدیث میں جہاد کی اس مصلحت کی طرف اشارہ آیا ہے۔ ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کو ان لوگوں پر حیرت ہوتی ہے جو زنجیروں میں جنت میں داخل کئے جائیں گے!'' (مشکوٰۃ حدیث ۳۹۶۰) یعنی وہ لوگ جہاد میں گرفتار ہوکر اسلامی معاشرہ میں آتے ہیں، اور اسلام کی خوبیوں سے آشنا ہوکر دولتِ ایمان سے بہرور ہوتے ہیں، اور جنت سے ہم کنار ہوتے ہیں، معلوم ہوا کہ جہاد لوگوں کے لئے ایمان کا ذریعہ ہے۔

دوسری مصلحت —— جہاد کے ذریعہ اللہ تعالیٰ دنیا کو سنوارتے ہیں —— انسانوں پر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی مہربانی یہ ہے کہ ان کو نیکوکاری کی راہ دکھائیں۔ ظالموں کو ظلم سے روکیں۔ لوگوں کے دنیوی معاملات، ان کی گھریلو زندگی اور ملکی نظام کو سنواریں —— جن علاقوں پر خونخوار لوگ قابض ہوتے ہیں، اور وہ سخت جنگجو بھی ہوتے ہیں، وہ پورے علاقہ کا ناس مار دیتے ہیں۔ یہ لوگ اس آفت رسیدہ عضو کی طرح ہیں جس کو کاٹے بغیر جسم درست نہیں ہوسکتا۔ جو شخص جسم کی صحت کا فکرمند ہے: اس پر لازم ہے کہ اس عضو کو کاٹ دے۔ کیونکہ بڑی منفعت کی خاطر چھوٹا ضرر برداشت کیا جاتا ہے۔

اور یہ بات سمجھنے کے لئے قریش کی اور ان کے اردگرد کے عربوں کی مثال کافی ہے۔ طلوع اسلام کے وقت وہ ایمان واحسان سے کوسوں دور تھے۔ کمزوروں پر ستم ڈھاتے تھے۔ باہم برسرِ پیکار رہتے تھے۔ اور ایک دوسرے کو قید کرتے تھے۔ ان میں سے بیشتر اسلام کے دلائل میں غور کرنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ نہ معجزات سے متاثر ہوتے تھے۔ اس صورتِ حال میں اگر نبی ﷺ ان سے جہاد نہ کرتے، اور سخت گیر اور شریر لوگوں کو قتل نہ کرتے تو وہ دین اسلام سے بے بہرہ رہتے، عرب میں امن وامان قائم نہ ہوتا۔ اور ان کے گھریلو اور ملکی احوال نہ سنورتے۔ پس جہاد دنیا کے احوال کو سنوارنے کا ایک ذریعہ ہے۔

تیسری مصلحت —— جہاد کے ذریعہ اللہ تعالیٰ انقلاب رونما کرتے ہیں —— بعثتِ نبوی کے وقت دنیا کی صورتِ حال وہ تھی جو مسلم شریف (۱۷: ۱۹۷ مصری) کی ایک روایت میں آئی ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے اہل زمین کی طرف نظر کی تو عرب وعجم سبھی پر سخت ناراض ہوئے'' یعنی سارا جہاں گمراہی کی دلدل میں پھنسا ہوا تھا۔ چنانچہ فیصلۂ خداوندی ہوا کہ عرب وعجم سبھی کی حکومت ختم کردی جائے۔ اور ان کی شہنشاہیت پر بریک لگادی جائے۔ اس لئے نبی ﷺ کے دل میں، اور آپؐ کے توسط سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں یہ بات ڈالی کہ وہ اٹھیں اور راہِ خدا میں لڑیں، تاکہ مرادِ خداوندی برآئے۔ چنانچہ یہ حضرات ان ملائکہ کی طرح ہوگئے جو احکام الٰہی کی تعمیل کی پوری کوشش کرتے ہیں۔ فرق اتنا رہا کہ ملائکہ کسی نظام کلی کو لیکر نہیں چلتے، اور یہ حضرات ایک منظّم پروگرام لے کر چلے، جو ان پر اللہ تعالیٰ نے نازل کیا تھا۔ اس لئے ان کا عمل اعظم اعمال سے ہوگیا۔ اور ان کا قتل کرنا ان کی طرف منسوب نہیں رہا، بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہوگیا۔ جیسے حاکم مجرم کو قتل کرواتا ہے تو وہ قتل جلاد کی طرف منسوب نہیں ہوتا، بلکہ آمر کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ اور وہی قاتل شمار کیا جاتا ہے۔ چنانچہ سورۃ الانفال آیت ۱۷ میں جنگ بدر کے سلسلہ میں ارشاد پاک ہے: ''پس تم نے ان کو قتل نہیں کیا، بلکہ اللہ

تعالیٰ نے ان کو قتل کیا'' اور اس عالمی انقلاب کی طرف رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک ارشاد میں اشارہ فرمایا ہے کہ ''جب کسریٰ (شاہ ایران) ہلاک ہوگا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا۔ اور جب قیصر (شام روم) ہلاک ہوگا، تو اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا'' (بخاری حدیث ۳۶۱۹) یعنی جاہلیت کے ادیان کے ماننے والے ختم ہوجائیں گے ان کا شہرہ اور دبدبہ ختم ہوجائے گا۔ لوگ دین رحمت کی طرف رجوع کریں گے، اور دنیا کا نقشہ بدل جائے گا۔

﴿الجهاد﴾

اعلم: أن أتمَّ الشرائع وأكملَ النواميسِ هو الشرعُ الذى يُؤمر فيه بالجهاد؛ وذلك: لأن تكليفَ اللّٰهِ عبادَه بما أمر ونهى: مَثَلُه كمثَلِ رجل مَرِضَ عبيدُه، فأمر رجلاً من خاصَّتِه: أن يَسقِيَهم دواءً، فلو أنه قَهَرَهم على شرب الدواء، وأَوْجَرَهُ فى أفواههم لكان حقًا، لكنَّ الرحمةَ اقْتَضت أن يُبَيِّنَ لهم فوائدُ الدواء، ليشربوه على رغبةٍ فيه، وأن يُخلط معه العسلُ، ليتعاضدَ فيه الرغبةُ الطبيعيةُ والعقليةُ.

ثم إن كثيرًا من الناس يَغلب عليهم الشهواتُ الدَّنِيَّةُ والأخلاقُ السَّبُعية ووساوسُ الشيطان فى حب الرياسة، ويلصَقَ بقلوبهم رسومُ آبائهم فلايسمعون تلك الفوائدَ، ولا يُذْعنون لما يأمر به النبيُّ صلى الله عليه وسلم، ولا يتأملون فى حُسْنه، فليست الرحمة فى حق أولئك أن يُقتصر على إثباتِ الحجةِ عليهم، بل الرحمةُ فى حقهم أن يُقهروا، ليدخلَ الإيمانُ عليهم على رغم أنفهم، بمنزلةِ إيجار الدواء المُرِّ، ولا قهرَ إلا بقتل من له منهم نِكايةٌ شديدة وتَمَنُّعٌ قويٌّ، أو تفريقِ مَنْعَتِهم وسلبِ أموالهم، حتى يصيروا لايقدرون على شيئ، فعند ذلك يدخُلُ أتباعُهم وذراريهم فى الإيمان برغبة وطوع، ولذلك كتب رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى قيصر: ''كان عليك إثمُ الأَرِيْسِيِّيْنَ!''

وربما كان أسرُهم وقهرُهم يؤدى إلى إيمانهم، وإلى هذا أشار النبيُّ صلى الله عليه وسلم حيث قال: ''عَجِبَ اللّٰهُ من قوم يَدْخُلُوْن الجنةَ فى السلاسل!''

وأيضًا: فالرحمة التامة الكاملة بالنسبة إلى البشر: أن يَهديهم اللّٰه إلى الإحسان، وأن يَكْبَحَ ظالمَهم عن الظلم، وأن يُصلح ارتفاقاتِهم وتدبيرَ منزلهم وسياسةَ مدينتهم؛ فالمُدُنُ الفاسدةُ التى يَغلب عليها نفوسٌ سبُعية، ويكون لهم تَمَنُّعٌ شديد، إنما هو بمنزلة الآكِلَةِ فى بدن الإنسان، لايصح الإنسان إلا بقطعه، والذى يتوجه إلى إصلاح مزاجه وإقامة طبيعته لابد له من